رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی تاریخ، وقت اور جگہ: ایک تحقیقی مطالعہ

The Date, Time and Place of the Blessed Birth of the Holy Prophet Muhammadﷺ : An Exploratory Study

Dr. Hafiz Saeed ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Thought, History and Culture,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: saeed.rehman@aiou.edu.pk

Abstract
The arrival of the Messenger of Allah ﷺ is very important in Islamic history because with the arrival of the Prophet,ﷺ the world received a new light and humanity got such guidance that completely changed the social, moral, economic and political conditions of human beings.
When did Rasulullah ﷺ arrive in this world? Scholars and historians differ in this regard. Although there is a difference of opinion regarding the year of birth, but the prevailing opinion is that the Messenger of Allahﷺ was born in the Year of the Elephant. Prophetic biographers also differ in the date of birth, but most scholars say that the Messenger of Allah ﷺ was born on the twelfth of Rabi al-Awwal. Similarly, there is a difference of opinion on the time and place of birth. The Companions, May Allah bless them and grant them peace, never asked Rasulullahﷺ about his date of birth, nor did He himself tell his date of birth, because there was no worship associated with the birth of him. For this reason, those who came later could not know the exact date of birth of the Holy Prophetﷺ. There will be a detailed discussion on this topic in the article under review.
Keywords: Blessed Birth, Prophet Muhammadﷺ , Rabi al-Awwal, Year of the Elephant

رسول اللہ ﷺ کی ولادت و آمد کا وقت اسلامی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی آمد سے دنیا کو ایک نئی روشنی ملی اور انسانیت کو ایسی رہنمائی حاصل ہوئی جس نے انسانوں کے معاشرتی، اخلاقی، اقتصادی اور سیاسی حالات کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ آپ ﷺ کی آمد نے ایمان، توحید، نیکی، صداقت اور عدل کے رہنما اصول پیش کیے جو انسانیت کے لئے ہر زمانے اور ہر جگہ ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ آپ ﷺ کی آمد کب ہوئی؟ اس حوالے سے علماء سیر و مورخین کا اختلاف ہے۔ ذیل میں اس کو مختلف عنوانات کے تحت تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

سال ولادت

آپ ﷺ کے سال پیدائش کے حوالے سے علماء وسیرت نگاروں کے ہاں درج ذیل اقوال ملتے ہیں۔

1. عام الفیل

قیس بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے اور ہم دونوں ہم جولی ہیں[1]۔ اسی طرح ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ یوم الفیل یعنی عام الفیل کو پیدا ہوئے[2]۔ اس روایت میں "يَعْنِي عَامَ الْفِيلِ" کے الفاظ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نہیں بلکہ یحیٰ بن معین کا اضافہ ہے۔ عربی زبان میں یوم کا لفظ بول کر مطلق وقت بھی مراد لیا جاتا ہے جیسے یوم الفتح، یوم البدر وغیرہ۔ اسی تناظر میں یحیٰ بن معین نے یوم سے مراد عام (سال) لیا ہے۔ ابوالحویرث فرماتے ہیں کہ میں عبد الملک بن مران کے پاس موجود تھا۔ اس نے قباث بن اشیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا" آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ انہوں نے فرمایا" آپ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے عمر رسیدہ ہوں"۔ عبد الملک بن مروان نے پوچھا" آپ کب پیدا ہوئے"؟ فرمایا" میری ماں مجھے ہاتھی کی لالی کے پاس لے گئی وہ (وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ) مٹ گئی تھی، میں اس کو سمجھ سکتا تھا۔ آپ ﷺ واقعہ فیل والے سال پیدا ہوئے[3]۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ واقعہ فیل والے سال پیدا ہوئے اور عکاظ اس کے پندرہ سال بعد ہوا اور بیت اللہ کی تعمیر واقعہ فیل کے پچیس سال بعد ہوئی۔ آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان واقعہ فیل کے چالیس سال بعد کیا[4]۔

مندرجہ بالا روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے اور یہی راجح قول ہے۔ خلیفہ بن خیاط، ابن جوزی اور ابن قیم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے[5]۔

2. واقعہ فیل سے پندرہ برس قبل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ واقعہ فیل سے پندرہ برس قبل بروز پیر پیدا ہوئے[6]۔ اس روایت کو ذہبی نے اَوْهَى کہا ہے۔ ابن کثیر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں؛ "وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَمُنْكَرٌ، وَضَعِيفٌ أَيْضًا"[7]۔ مزید برآں یہ اس لیے بھی قابل اعتبار نہیں کہ اس سے قبل صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے[8]۔

3. واقعہ فیل سے دس سال بعد

ابن ابزی فرماتے ہیں کہ واقعہ فیل اور آپ ﷺ کی پیدائش میں دس سال کا فرق ہے[9]۔ چونکہ ابن ابزی نے یہ بات بغیر کسی استناد کے کہی ہے اس لئے علامہ ذہبی نے اس کو منقطع قرار دیا ہے[10]۔ لہٰذا یہ روایت بھی قابل اعتبار نہیں۔

4. واقعہ فیل سے تیئس سال بعد

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو دس محرم الحرام کو حمل ٹھہرا اور واقعہ فیل کے تیئس سال بعد رمضان المبارک میں بروز پیر پیدا ہوئے[11]۔ علامہ ذہبی نے اس روایت کی بابت وَهَذَا حَدِيثٌ سَاقِطٌ كَمَا تَرَى اور أَضْعَف فرمایا ہے[12]۔ اس لیے یہ روایت بھی قابل اعتبار نہیں۔

5. واقعہ فیل سے تیس سال بعد

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ واقعہ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے[13]۔ اسی طرح ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو کعبہ کی تعمیر کے پندرہ سال بعد مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی بعثت اور واقعہ فیل کے درمیان ستر سال کا عرصہ ہے[14]۔

اگر بعثت اور واقعہ فیل میں ستر سال کا عرصہ ہو تو آپ ﷺ کی پیدائش واقعہ فیل کے تیس برس بعد بنتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کو نبوت چالیس سال بعد ملی تھی۔ ستر میں سے چالیس کو نکال دیا جائے تو باقی تیس سال بچتے ہیں۔

اس روایت پر شیخ ابراہیم بن منذر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہم ہے۔ ہمارے علماء میں سے کسی کو اس بات میں شک نہیں کہ آپ ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے اور اس واقعے کے ٹھیک چالیس سال بعد مبعوث ہوئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ تیس سال بعد یا چالیس سال بعد کا کہنے والوں سے یہاں غلطی یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے یوم کے بجائے عام کہہ دیا[15]۔ یعنی راوی نے روایت کرتے ہوئے تیس یا چالیس کے بعد "یوم" کے بجائے "عام" (سال) کا لفظ استعمال کرلیا جس سے معنی بالکل مختلف ہوگیا۔

6. واقعہ فیل سے چالیس سال بعد

ابوزکریا عجلانی فرماتے ہیں آپ ﷺ واقعہ فیل کے چالیس سال بعد پیدا ہوئے[16]۔ یہ روایت بھی صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی۔ علامہ ذہبی کا اس روایت کے حوالے سے نقطہ نظر پچھلے قول کے ضمن میں گزر گیا ہے۔ ابن کثیر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں" وَهَذَا غَرِيبٌ جِدًّا"[17].

7. واقعہ فیل سے ستر سال بعد

اس قول کو مغلطائی نے بغیر کسی حوالے کے صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے[18]۔ اس لئے اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ تو واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے تاہم اس میں اختلاف ہے کہ واقعہ فیل کے کتنے دن بعد آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی؟ اس بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں.

واقعہ فیل اور آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے درمیان وقفہ

1. **۵۰ دن**

سیرت و تاریخ کی کتب میں واقعہ فیل کے پیش آنے کی تین تاریخیں ملتی ہیں 5، 15، اور 17 محرم الحرام۔ واقعہ فیل اور آپ ﷺ کی پیدائش کے درمیان پائی جانے والی مدت میں اختلاف کی وجہ سے آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ اگر آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش ۸ ربیع الاول اور واقعہ فیل کی تاریخ ۱۷ محرم جبکہ محرم یا صفر میں سے ایک مہینہ ۲۹ دن کا ہو تو واقعہ فیل اور آپ ﷺ کی پیدائش میں پچاس دن کا وقفہ بنتا ہے۔ علامہ سہیلی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ ابرہہ محرم الحرام کے مہینے میں مکہ آیا تھا اور یہ کہ آپ ﷺ اس واقعے کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔ اکثر علماء کی یہی رائے ہے اور یہ سب سے زیادہ مشہور ہے[19]۔ ابن کثیر نے بھی اسی قول کو مشہور قرار دیا ہے اگرچہ صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے[20]۔

2. **۵۵ دن**

محمد بن علی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ربیع الاول کی دس تاریخ کو بروز پیر پیدا ہوئے۔ ہاتھی والے اس سے قبل پندرہ محرم کو آئے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ کی پیدائش اور واقعہ فیل کے درمیان پچپن دن بنتے ہیں[21]۔

3. **۶۵ دن**

مسعودی اپنی تاریخ میں اس طرف گئے ہیں آپ ﷺ کی پیدائش اصحاب فیل کے مکہ میں آنے کے پینسٹھ دن بعد ہوئی۔ اصحاب فیل ہفتہ کے دن ۵ محرم کو آئے تھے[22]۔ یوں ۵ محرم سے ۱۰ ربیع الاول تک ۶۵ دن بنتے ہیں۔

اس کے علاوہ چالیس دن بعد اور تیس دن بعد وغیرہ کے اقوال بھی ہیں[23] لیکن چونکہ بغیر حوالے کے ذکر کیے گئے ہیں اور بظاہر ان کی تطبیق بھی نہیں ہو سکتی اس لئے ان کو تفصیلاً ذکر نہیں کیا جاتا۔

ماہ پیدائش

آپ ﷺ کی پیدائش کے مہینے میں بھی اہل سیر و مورخین کا اختلاف ہیں۔ اس حوالے سے مندرجہ ذیل اقوال ملتے ہیں۔

1. **ربیع الاول**

جمہور علماء و مورخین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی مشہور و صحیح ترین قول ہے۔ ابن جوزی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے[24]۔

2. رمضان

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو دس محرم الحرام کو حمل ٹھہرا اور آپ ﷺ واقعہ فیل کے تیئس سال بعد رمضان المبارک میں بروز پیر پیدا ہوئے[25]۔ علامہ ذہبی نے اس حدیث کی بابت وَهَذَا حَدِيثٌ سَاقِطٌ كَمَا تَرَى اور أَضْعَفُهَا ہے[26]۔ لہٰذا اس حدیث کا کوئی اعتبار نہیں۔

اس قول کو جن لوگوں نے اختیار کیا ہے انہوں نے دو باتوں کو سامنے رکھا ہے۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ پر پہلی وحی رمضان المبارک میں اتری جس میں کسی کا اختلاف نہیں اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ آپ ﷺ کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رمضان میں پیدا ہوئے یعنی رمضان میں پیدائش ہوئی اور چالیس سال بعد رمضان میں ہی نبوت ملی۔ اس قول کے ماننے والوں کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت آمنہ کو ایام تشریق یا دس محرم الحرام کو حمل ٹھہرا تھا اور آپ ﷺ کامل نو ماہ حمل کی صورت میں رہے۔ یوں ولادت رمضان المبارک میں ہی ہو سکتی ہے۔ بہر حال یہ روایت بوجہ نکارت وضعف قابل اعتبار نہیں اس لئے مذکورہ دلائل کی کوئی حیثیت نہیں۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت رمضان کی آٹھ راتیں گزر چکی تھیں۔ بعض علماء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو ایام تشریق یا دس محرم کو حمل ٹھہرا تھا اور آپ ﷺ کامل نو ماہ حمل کی صورت میں رہے۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ قول درست نہیں[27]۔

3. صفر، ربیع الثانی، رجب

کتب سیرت و تاریخ میں ماہِ پیدائش کے حوالے سے صفر، ربیع الاول اور رجب کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ یہ اقوال بغیر حوالے کے نقل کیے گئے ہیں۔ علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی قول بھی درست نہیں[28]۔

یوم پیدائش

آپ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے اور خود آپ ﷺ نے اس دن کی تعیین کی ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ پیر والے دن کے روزے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی اتاری گئی ہے[29]۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ سے پیر والے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھے پیغمبر بنایا گیا یا یہ فرمایا کہ اسی دن مجھ پر وحی اتری[30]۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن دحیہ نے کسی شیعہ عالم کی کتاب "اعلام الوری باعلام الہدی" کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ١٧ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ لیکن ابن دحیہ نے خلاف النص ہونے کی وجہ سے اس قول کی از خود شد و مد کے ساتھ تضعیف کی ہے[31]۔

تاریخ پیدائش

آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں بھی اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اقوال ملتے ہیں۔

1. یکم ربیع الاول

عمر بن فہد نے بغیر کسی استناد کے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش پیر والے دن یکم ربیع الاول کو طلوع فجر کے وقت ہوئی[32]۔ چونکہ اس کی کوئی سند نہیں کی اس لئے یہ قول قابل اعتبار نہیں۔

2. ٢ ربیع الاول

ابو معشر نجیح المدنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر والے دن ٢ ربیع الاول کو پیدا ہوئے[33]۔ امام بخاری نے ابو معشر کو منکر الحدیث جبکہ نسائی اور ابو داود نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔[34]۔ اس لیے یہ روایت ضعیف ہونے کی بناء پر قابل اعتبار نہیں۔ ابن عبد البر، ابن الجوزی، ابن سید الناس اور قسطلانی نے یہ قول صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے[35]۔

3. ٨ ربیع الاول

جن سیرت نگاروں اور مورخین نے یہ قول نقل کیا ہے کسی نے بھی اس کے متعلق کوئی مسند روایت ذکر نہیں کی۔ سب نے یہ قول صیغہ تمریض وَقیل کے الفاظ کے ساتھ بغیر کسی استناد کے ذکر کیا ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ سند کے کچھ راویوں کا تذکرہ ملتا ہے لیکن وہ بھی متن کے بغیر۔ مثلاً ابن کثیر فرماتے ہیں" رَوَاهُ مَالِكٌ وَعُقَيْلٌ وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ وَغَيْرُهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ"[36]۔ تلاش وبسیار کے باوجود معروف ومتداول کتب سیرت و تاریخ میں اس بابت کوئی روایت نہیں ملی۔ تاہم بڑے نامی گرامی سیرت نگاروں اور محدثین نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ قضاعی کے بقول اصحاب الزیج (اہل المیقات) کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ ٨ ربیع الاول کو پیدا ہوئے[37]۔ محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ علماء کی کثیر تعداد نے اس قول کی تصحیح کی ہے[38]۔ بقول ابن کثیر اس قول کو حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے۔ امام مالک، عقیل، یونس بن یزید اور دیگر علماء نے یہ قول امام زہری سے اور انہوں نے محمد بن جبیر بن مطعم سے نقل کیا ہے۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں مورخین نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ محمد بن موسی الخوارزمی نے یقین کے ساتھ اس قول کو اختیار کیا ہے۔ ابن دحیہ نے اپنی کتاب التنویر فی

مولد البشیر النذیر میں اس کو راجح قرار دیا ہے[39]۔ علامہ زرقانی، محمد بن جبیر بن مطعم (جنہوں نے یہ قول نقل کیا ہے) کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہ عرب کے انساب، واقعات اور سیر (چال چلن، اخلاق واوصاف) کے بارے میں خوب جانتے تھے۔ محمد بن جبیر نے یہ قول اپنے والد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے لیا ہے۔ یہ بھی انساب کے ماہر تھے۔ الغرض اس قول کو امام مالک کا امام زہری سے اور ان کا محمد بن جبیر بن مطعم سے نقل کرنا ہی اس قول کی قوت پر دلالت کرتا ہے[40]۔ بقول قسطلانی اکثر اہل حدیث نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ یہ قول ابن عباس اور جبیر بن مطعم سے منقول ہے۔ جو علماء سیرت کو سمجھتے ہیں ان سب نے اس قول کو اختیار کیا ہے[41]۔ بقول علامہ حلبی، ابن دحیہ فرماتے ہیں اس قول کے علاوہ دوسرا کوئی قول صحیح نہیں۔ مورخین کا اس قول پر اجماع ہے[42]۔

4. ۹ ربیع الاول

یہ قول مصر کے مشہور ہیئت دان محمود پاشا فلکی مرحوم کا ہے۔ علم فلکیات کی بنیاد پر انہوں ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ 9 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں: ہمارے آقا محمد ﷺ بروز پیر 9 ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571 عیسوی میں پیدا ہوئے[43]۔ سید سلمان ندوی اور سلمان منصور پوری نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے[44]۔ محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحات میں آیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

1 صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (آپ ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا[45]، اور یہ 10ھ تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا۔

2 ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ (10ھ کا) گرہن 7 جنوری 632ء 8 بج کر 30 منٹ پر لگا تھا۔

3 اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر 63 قمری برس پیچھے ہٹیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال 571ء جس میں از روئے قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ 12 اپریل 571ء کو تھی۔

4 تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور 8 تاریخ سے لے کر 12 تک میں منحصر ہے۔

5 ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ (پیر) کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے، ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً 20 اپریل 571ء تھی[46]۔

5. ۱۰ ربیع الاول

محمد بن علی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ربیع الاول کی دس تاریخ کو بروز پیر پیدا ہوئے[47]۔ علامہ دمیاطی نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے[48]۔

6. ۱۱ ربیع الاول

یہ قول ابن جوزیؒ نے بغیر کسی حوالے کے نقل کیا ہے[49]۔

7. ۱۲ ربیع الاول

علماء سیر اور مورخین کی معتد بہ تعداد اس بات کی قائل ہے کہ آپ ﷺ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ ان میں ابن اسحاق، ابن خلدون اور ابن سید الناس جیسے نمایاں اور معتبر علماء کے نام شامل ہیں[50]۔ دور حاضر کے علماء میں سے محمد غزالی نے یہ قول اختیار کیا ہے[51]۔ جمہور کے ہاں یہی قول مشہور ہے۔ اس وقت پوری دنیا کے مسلمان 12 ربیع الاول کو آپ ﷺ کا یوم میلاد مناتے ہیں۔ کئی صدیوں سے مسلمان اسی تاریخ کو آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی مناتے آرہے ہیں۔ ہر دور کے علماء سیر نے اپنی کتب میں اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ مسلمان عملاً اسی تاریخ کو آپ ﷺ کی ولادت کا دن مانتے ہیں۔ بارہ ربیع الاول کے حوالے سے سب سے پہلے ابن ہشام نے ابن اسحاق سے اپنی کتاب میں روایت نقل کی ہے لیکن اس کی سند ذکر نہیں کی یعنی ابن اسحاق سے اگلے راوی کا پتہ نہیں اس لئے یہ روایت منقطع ہے۔ البتہ ابن کثیر نے اس قول کی تائید میں روایت نقل کی ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ ﷺ عام الفیل میں بارہ ربیع الاول بروز پیر پیدا ہوئے، اسی دن آپ ﷺ کو نبوت ملی، اسی دن آپ ﷺ کو معراج پہ لے جایا گیا، اسی دن آپ ﷺ نے ہجرت کی اور اسی دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی[52]۔ یہ روایت تلاش وبسیار کے باوجود مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ملی۔ اگر یہ روایت موجود ہوتی تو فیصلہ کن ہوتی کیونکہ اس کی سند بہت عمدہ ہے۔ بظاہر ابن کثیر کو اس حوالے سے تسامح ہوا ہے۔ مزید برآں یہ روایت ابن ابی شیبہ کی معروف کتب میں سے کسی کتاب میں بھی نہیں مل سکی۔

آپ ﷺ کی ولادت کے حوالے سے موجود روایات میں سے کسی روایت کو قطعی نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ سب متکلم فیہ ہیں۔ فلکیات کے ماہرین کی رائے کو بھی حرف آخر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ بھی سب تخمینے اور اندازے ہیں۔ یوں یہ سب اقوال برابر درجے کے ہوگئے۔ تاہم ان اقوال میں سے کسی قول کے لئے کوئی مرجح تلاش کرکے اسے ترجیح دی جاسکتی ہے۔ اس تناظر میں بارہ ربیع الاول والے قول کو ترجیح دی جاسکتی ہے کیونکہ کئی صدیوں سے لوگ اسی تاریخ کو آپ ﷺ کا یوم ولادت منارہے ہیں اور یہی چیز اس قول کے لیے باعث ترجیح ہے۔ علامہ حلبی فرماتے ہیں: اس قول پر اجماع نقل کیا گیا ہے اور آج کل تمام علاقوں میں لوگ اسی پر عمل کرتے ہیں، خصوصا اہل مکہ اسی تاریخ کو آپ ﷺ کی جائے پیدائش کی زیارت کے لئے جاتے ہیں[53]۔ موجودہ دور میں بھی سارے عالم اسلام میں اسی تاریخ میں یوم ولادت کی خوشی منائی جاتی ہے اور حکومتوں کی طرف سے سرکاری

چھٹی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا مرجح کی موجودگی میں کہا جاسکتا ہے کہ بارہ ربیع الاول آپ ﷺ کا یوم ولادت ہے۔

آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش یقینی طور پر معلوم نہ ہونے کے اسباب

آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش قطعی طور پر معلوم نہیں۔ اس کے درج ذیل اسباب ہیں۔

1. ابتداء میں تقویم اور کیلنڈر کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا۔ اس لئے لوگوں کو تاریخ یاد رکھنے کے سلسلے میں مشکلات ہوتی تھیں۔ کسی بھی واقعہ کی تاریخ کا اندازہ اس سے قبل یا اس کے بعد کسی اہم واقعے سے کیا جاتا تھا۔ اس طرح صحیح وقت کی تعیین مشکل ہوجاتی۔ بعض اوقات محولہ واقعہ کی اپنی تاریخ بھی تخمینی اور ظنی ہوتی تھی جس کی وجہ سے صحیح وقت کی تعیین میں انتہائی دشواری ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش بھی اسی وجہ سے قطعی طور معلوم نہیں۔ آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش کے لئے محولہ واقعہ، واقعہ فیل ہے۔

2. کیلنڈر کے ماہ وسال میں قمری مہینے کے دنوں کے اختلاف کی وجہ سے بہت اثر پڑتا ہے۔ قمری مہینوں میں کوئی تیس کا ہوتا ہے اور کوئی انتیس کا۔ اس لئے تاریخ ولادت کے تعیین میں اختلاف کا ہونا ضروری تھا۔

3. آپ ﷺ کی ولادت اور واقعہ فیل کے درمیان دنوں کی تعداد میں رواۃ کا آپس میں اختلاف ہے۔ کسی نے پچاس، کسی نے پچپن، کسی نے ایک ماہ اور کسی نے چالیس دن بتائے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے تاریخ پیدائش میں اختلاف ہوگیا ہے۔

4. صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے اس حوالے سے کبھی نہیں پوچھا اور نہ آپ ﷺ نے خود اپنی تاریخ پیدائش بتائی کیونکہ آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتھ کوئی عبادت وابستہ نہیں تھی۔ اس وجہ سے بعد میں آنے والوں کو آپ ﷺ کی پیدائش معلوم نہ ہوسکی جبکہ آپ ﷺ کے یوم پیدائش کے ساتھ روزے کی عبادت کا تعلق تھا اس لئے آپ ﷺ نے اپنا یوم ولادت پیر بتایا ہے۔ پیر والے دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔

وقت پیدائش

آپ ﷺ کس وقت پیدا ہوئے؟ اس حوالے سے بھی علماء سیر کے مابین اختلاف ہے۔

1. رات کے وقت پیدائش

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت رات کو موجود تھیں۔ فرماتی ہیں کہ اس وقت گھر میں میں نے جو چیز بھی دیکھی وہ پرنور تھی۔ میں نے دیکھا

کہ ستارے قریب ہو رہے تھے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میرے اوپر گر جائیں گے[54]۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ رات کے وقت پیدا ہوئے۔ تاہم ابن دحیہ نے اس روایت کو مقطوع اور ضعیف قرار دیا ہے[55]۔

2. دن کے وقت پیدائش

علماء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ آپ ﷺ دن کے وقت پیدا ہوئے۔ بقول قسطلانی، علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ دن کے وقت پیدا ہوئے۔ ستاروں کے جھکنے والی روایت جس کی بنیاد پر رات کے وقت کو وقت ولادت بتایا جاتا ہے اس کو ابن دحیہ نے ضعیف کہا ہے۔ مزید یہ کہ ستاروں کے جھکنے والی روایت رات کے وقت پیدائش کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ نبوت کے زمانے میں خرق عادت واقعات پائے جاتے ہیں۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ دن کے اجالے میں ستارے زمین کی طرف جھکے ہوں[56]۔

دن کے وقت پیدائش پر اس روایت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس کو امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن میرے اوپر وحی اتری[57]۔ آپ ﷺ سے دن کے بارے میں پوچھا گیا اور جواب میں آپ ﷺ نے بھی دن کا تذکرہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ دن کے وقت پیدا ہوئے۔

بظاہر مندرجہ بالا دونوں روایات میں تعارض ہے تاہم ان میں تطبیق کی گنجائش ہے، وہ ایسے کہ آپ ﷺ صبح سویرے فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ یہ ایسا وقت ہے جس میں رات کی انتہاء اور صبح کی ابتداء ہوتی ہے۔ یوں رات کے آخری اور صبح کے پہلے حصے میں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ اس وقت کو رات بھی کہا جا سکتا ہے اور دن بھی، اس لئے روایات میں کوئی تعارض نہیں۔ آپ ﷺ 20 اپریل 571ء میں پیدا ہوئے اور مکہ میں 20 اپریل کو طلوع فجر تقریباً 4:38 کے آس پاس ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ کی پیدائش کا وقت صبح 4:38 کے قریب قریب ہے۔

مکان پیدائش

اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں کس جگہ پیدا ہوئے۔ اہل سیر نے اس بابت تین اقوال نقل کیے ہیں۔

1. عسفان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عسفان کے مقام پر پیدا ہوئے[58]۔ بقول ابن شمائل جحفہ اور مکہ کے درمیان راستے میں آنے والے پانی کے گھاٹوں میں سے ایک گھاٹ کو **عُسفان** کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا

جاتا ہے کہ مکہ سے دو مراحل کی دوری پر دو مساجد ہیں ان کے درمیانی علاقے کو عسفان کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بڑا شہر ہے جو مکہ سے بتیس میل کے فاصلے پر تہامہ کی آخری حدود میں واقع ہے[59]۔

2. ردم

یعلی بن اشدق حضرت عبد اللہ بن جراد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ردم کے مقام پر پیدا ہوئے وہیں آپ کا ختنہ ہوا اور وہیں آپ ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کو حمل میں لیا[60]۔ یعلی بن اشدق ضعیف الحدیث ہیں۔ اس لئے یہ روایت ضعیف ہونے کی وجہ مرجوح ہے۔

ردم میں راپر زبر ہے جبکہ دال ساکن ہے۔ اس کا لغوی معنی بڑے بند یا بڑی رکاوٹ کے ہیں۔ بقول علامہ حموی اس سے مکہ مکرمہ میں بنی جمح بن عمرو کا ردم (بڑا بند) مراد ہے۔ اس مقام پر بنی جمح بن عمر اور محارب بن فہر کا آمنا سامنا ہوا اور شدید قتل و قتال ہوا۔ اس موقع پر بنی جمح بن عمرو اس بڑے بند کی وجہ سے جیت گئے تھے اس لئے اس مقام کو ردم بنی جمح بن عمرو کہتے ہیں۔[61]

3. شعب ابی طالب / شعب علی / سوق اللیل

اس قول کے مطابق آپ ﷺ اپنے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر جو کہ شعب ابی طالب کے دھانے پر تھا، پیدا ہوئے۔ شعب ابی طالب کو بعد میں شعب علی کہا جاتا تھا اور اب اس جگہ کو سوق اللیل کہتے ہیں۔ عین اس گھر میں جہاں آپ ﷺ پیدا ہوئے تھے، وہاں آج کل ایک مکتبہ ہے جس کو مکتبہ مکہ کہتے ہیں۔ بقول علامہ ازرقی جب آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تو یہ مکان عقیل بن ابی طالب نے لے لیا۔ یہ گھر ان کے پاس رہا اور پھر ان کے بیٹے کے قبضے میں رہا یہاں تک اس نے مذکورہ مکان کو محمد بن یوسف پر بیچ دیا جو کہ حجاج بن یوسف کا بھائی تھا۔ محمد بن یوسف نے اس مکان کو اپنے مکان "بیضاء" میں شامل کر لیا جسے دار ابن یوسف کہا جاتا تھا۔ ایک عرصہ تک یہ گھر "بیضاء" میں رہا یہاں تک خیزران جو کہ دو خلفاء موسی اور ہارون الرشید کی ماں تھی، حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئی تو اس نے اس مکان کو نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنا دیا اور اس کو "بیضاء" سے باہر نکال دیا[62]۔ بعد ازاں لوگوں نے اس مسجد سے تبرک حاصل کرنا شروع کر دیا اور بدعات میں پڑ گئے اس لئے اس مسجد کو منہدم کر کے اس جگہ نئی عمارت تعمیر کر دی گئی۔ 1371ھ میں شیخ عباس قطان نے اپنے ذاتی مال سے یہاں مکتبہ قائم کیا۔ اس کو مکتبہ المکہ کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے[63]۔ آپ ﷺ کی جائے پیدائش کے حوالے سے یہی قول راجح ہے جبکہ پہلے دونوں اقوال مرجوح ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ راجح اقوال کی روشنی میں آپ ﷺ عام الفیل میں واقعہ فیل کے پچاس دن بعد 20 اپریل 571ء بمطابق 12 ربیع الاول بروز پیر طلوع فجر کے وقت مکہ مکرمہ میں اپنے والد کے گھر جو شعب ابی طالب کے دھانے پر تھا، پیدا ہوئے۔

حواشی

(1) محمد بن اسحاق مطلبی مدنی (151ھ)، کتاب السیر والمغازی (بیروت: دار الفکر، 1978ء)، ص 48۔

(2) ابن سعد، محمد بن سعد بغدادی (المتوفی 230ھ)، الطبقات الکبری (بیروت: دار صادر)، ج ۱ ص ۱۰۱۔

(3) خلیفہ بن خیاط، الشیبانی المصری (240ھ)، تاریخ خلیفہ بن خیاط (الریاض، دار طیبہ، 1985ء)، ص ۵۲۔

(4) یعقوب بن سفیان بن جوان الفسوی، ابویوسف (277ھ)، المعرفۃ والتاریخ (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1981ء)، ج ۳ ص ۲۵۰۔

(5) تاریخ خلیفہ بن خیاط۔ ص ۵۳۔ / عبد الرحمن بن علی بن محمد، ابن الجوزی،، جمال الدین، ابو الفرج (المتوفی: 597ھ)، صفۃ الصفوۃ (بیروت: دار الکتاب العربی، 2012ء)، ج ا ص ۳۶۔ / محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين، ابن قیم الجوزیۃ (751ھ)، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (بیروت موسسۃ الرسالۃ، 1994ء)، ج 1 ص 75۔

(6) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۵۳۔

(7) ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، دمشقی (774ھ)، البدایۃ والنہایۃ (دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، 1424ھ)، ج 3 ص 380۔

(8) محمد بن احمد، ابو عبد اللہ، ذہبی (748ھ)، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام (بیروت دار الکتاب العربی، 1990ء)، ج 1 ص 25۔

(9) البیہقی، احمد بن الحسین بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، ابو بکر (458ھ)۔ دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1405ھ۔ ج ا ص ۷۹۔

(10) ذہبی، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، ج 1 ص 25۔

(11) ابن عساکر، علي بن الحسن بن ھبۃ اللہ، ابو القاسم (571ھ)، تاریخ دمشق (دار الفکر للنشر والتوزیع)، ج 3 ص 66۔

(12) ذہبی، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، ج 1 ص 25۔

(13) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص 52۔

(14) فسوی، المعرفۃ والتاریخ، ج 3 ص 251-250

(15) ذہبی، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، ج 1 ص 27۔

(16) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص 53۔

(17) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 3 ص 380۔

(18) مغلطائی بن قلیج بن عبد اللہ، علاء الدین (762ھ)، الإشارۃ إلی سیرۃ المصطفی (دمشق: دار القلم، بیروت: الدار الشامیہ، الأولی، 1416)، ص 59۔

(19) عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد سہیلی، ابو القاسم (581ھ)، الروض الانف (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1412 ھ)، ج 2 ص 159۔

[20] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ، ج 3ص380۔

[21] ابن سعد ، محمد بن سعد بغدادی (230ھ)، الطبقات الکبری (بیروت: دار صادر)، ج1ص101-100۔

[22]علی بن حسین بن علی مسعودی ،ابو الحسن(346ھ)، التنبیہ والاشراف(قاہرہ: دار الصاوی ،1938ء)، ص196۔

[23] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ، ج 3ص380۔/ مغلطائی ، لاشارۃ الی سیرۃ المصطفی وتاریخ من بعدہ من الخلفا ، ص 59۔

[24]ابن جوزی ، صفۃ الصفوۃ ، ج1 ص36۔

[25] ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج3ص66۔

[26] ذہبی ، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام ، ج1ص 25۔

[27]علی بن ابراہیم بن احمد ، حلبی ، ابو الفرج (المتوفی 1044ھ) ، السیرۃ الحلبیۃ(بیروت: دار الکتب العلمیہ ، 1427ھ) ،ج1ص85۔

[28] ایضا، محولہ بالا

[29]سلیمان بن داود بن الجارود البصری الطیالسي ، ابو داود (204ھ)، مسند ابی داود(مصر :دار ھجر،1999 ء)، ج1ص515۔

[30]مسلم بن حجاج نیشاپوری قشیری،ابو الحسن(261ھ)، صحیح مسلم(بیروت: دار احیاء التراث العربی)، کتاب الصیام ، بَابُ اسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلَاثَةِ ايَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَالِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ ،ج2ص819۔

[31] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ،ج 3ص374۔

[32] عمر ، محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن فہد القرشی الہاشمی المکی (885ھ)، اتحاف الوری باخبار ام القری (قاہرہ :مکتبۃ الخانجی)ج1ص47۔

[33] ابن سعد، الطبقات الکبری ، ج1ص101۔

[34] احمد بن علی بن محمد ، ابن حجر العسقلانی (852ھ)،تہذیب التہذیب (الہند :مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ، 1326ھ)، ج10ص421۔

[35] یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي ,ابو عمر (463ھ)، الاستیعاب في معرفة الاصحاب(بیروت: دار الجیل، 1992ء)، ج1ص30۔/ ابن الجوزی،المنتظم فی تاریخ الملوک والامم(بیروت : دار الکتب العلمیۃ ،1995ء)،ج2ص245۔/ ابن سید الناس، عیون الاثر ، ج1ص33۔/ قسطلانی ، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ،ج1ص140۔

[36] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ،ج 3ص380۔

[37] "وزعم اصحاب الزيج انه ولد ليلة الاثنين لثمان خلون من شهر ربيع الاول بعد قدوم الفيل بخمسين يوما" محمد بن سلامة بن جعفر القضاعي الشافعي,القاضي,ابو عبد الله(454 ھ) ،عیون المعارف وفنون اخبار الخلائف(مکہ : جامعہ ام القری ،١٤١٥ھ)، ص174۔

[38] "وَقيل لثمان وَصَححهُ كثير من الْعلمَاء" احمد بن عبد الله بن محمد، محب الدين الطبري (694 ھ) ، خلاصۃ سیر سید البشر (مکہ : مکتبۃ نزار مصطفی الباز ،1997ء)، ص24-23۔

(39) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج 3ص375۔

(40) محمد بن عبد الباقي بن يوسف المالكي الزرقاني ,أبو عبد الله (المتوفی 1122ھ)،شرح العلامة الزرقاني علي المواهب اللدنية بالمنح المحمدية(بيروت: دار الكتب العلمية ،1996ء)، ج1ص248۔

(41) قسطلانی ، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج١ص85۔

(42) حلبی ، سیرت حلبیه ، ج1ص 84۔85۔

(43) محمود پاشا ، فلکی(1303ھ)، نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام (فرانسیسی سے عربی ترجمہ : ذکی افندی) (قاہرہ : المطبعة الکبری العامریه، 1305ھ)، ص30۔

(44) سید سلیمان ندوی (1373ھ)،سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور : مکتبہ اسلامیہ ، 2012ء)ج1 ص136۔137۔/ محمد سلیمان منصور پوری (1348ھ) ،ر حمۃ للعالمین (ریاض : دار السلام للنشر والتوزیع)،ص 34۔

(45) محمد بن اسماعیل الجعفی البخاری ، ابو عبد اللہ ، صحیح بخاری(دار طوق النجاۃ ، 1422ھ)، ابواب الکسوف ، باب الصلوۃ فی کسوف الشمس، رقم الحدیث:1043، ج2ص34۔

(46) حاشیہ سیرۃ النبی ،ج1 ص137۔

(47) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج١ص101،100۔

(48)اشرف الدین عبد المومن بن خلف دمیاطی (705ھ)،السیرۃ النبویۃ(حلب:دار الصابونی ،1996ء)ص30۔

(49) ابن جوزی ، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ، ج2ص245۔

(50) ابن ہشام ، السیرۃ النبویۃ ، ج1ص158/ عبد الرحمن بن محمد بن محمد، ابن خلدون (808ھ)،دیوان المبتدا والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشان الاكبر=تاريخ ابن خلدون(بيروت: دار الفكر، 1408 ھ)، ج2ص407۔/ ابن سید الناس، عیون الاثر، ج١ص33۔

(51)محمد السقا الغزالی (1416ھ)۔ فقه السیرۃ(مصر : دار الکتب الحدیثیه ، 1965ء) ص60۔

(52) ابن کثیر، البدایه والنہایه،ج1ص324۔

(53) حلبی ، سیرت حلبیه ، ج1ص84۔

(54) ابن سید الناس ، عیون الاثر، ج1ص34۔

(55) حلبی ، سیرت حلبیه ، ج1ص85۔

(56) قسطلانی ، المواهب اللدنیه،ج1ص 88-87۔

(57) مسلم ، صحیح مسلم ۔کتاب الصیام ، بَابُ اسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ وَالِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، ج2ص820۔

(58)ابوحفص بن عمر بن احمدبن عثمان، ابن شاهین(385ھ)، الناسخ والمنسوخ من الحدیث(بیروت :دار الکتب العلمیه ، 1412ھ)، ج1ص282۔

(59)عبد المؤمن بن عبد الحق، القطيعي البغدادي، ابن شمائل ، (المتوفى 739ھ)، مراصد الاطلاع على أسماء الأمكنة والبقاع(بیروت دار الجیل ، 1412ھ)، ج2ص240۔

(60) ابن شاہین ، الناسخ والمنسوخ من الحدیث، ج1ص283۔

(61) ياقوت بن عبد الله الرومي ، الحموي ، شهاب الدين ابو عبد الله (626ھ)،معجم البلدان (بيروت : دار صادر،1995)، ج3ص40۔

(62) محمد بن عبد الله بن احمد بن محمد بن الوليد الازرقي ، ابو الوليد(250ھ)، اخبار مكة وما جاء فيها من الاثار(بيروت : دار الاندلس للنشر)، ج2ص198۔

(63) http://www.al-jazirah.com/2016/20160716/cm34.htm

مصادر و مراجع

1) الازرقی، محمد بن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن الولید، ابو الولید(250ھ)۔ اخبار مکۃ وما جاء فیھا من الاثار۔ بیروت: دار الاندلس للنشر۔

2) البخاری، محمد بن اسماعیل الجعفی، ابو عبد اللہ۔ صحیح بخاری۔ دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔

3) البیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، ابو بکر(458ھ)۔ دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1405ھ

4) ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، جمال الدین، ابو الفرج(المتوفی:597ھ)۔ صفۃ الصفوۃ، بیروت: دار الکتاب العربی، 2012ء۔

5) ابن الجوزی۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1995ء۔

6) ابن حجر، احمد بن علی بن محمد، العسقلانی(852ھ)۔ تہذیب التہذیب۔ الہند: مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ، 1326ھ۔

7) حلبی، علی بن ابراہیم بن احمد، ابو الفرج(1044ھ)۔ السیرۃ الحلبیۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1427ھ۔